امام علی نقیؑ کی سیاسی جدوجہد

عماد العلماء علامہ سید علی محمد نقوی صاحب قبلہ

ولادت: ۵؍رجب ۲۱۴ھ / وفات: ۳؍رجب ۲۵۴ھ

تمام آئمہ اطہار کی سیاسی زندگی کچھ ثابت اور مشترک اصول رکھتی تھی اور تمام ائمہ انہی اصول کی پیروی کرتے تھے، لیکن ہر دور میں اس زمانے کے حالات کی مناسبت سے ائمہؑ کچھ ایسے اصولوں پر چلتے تھے جو عموماً اصل امامت سے مربوط اس زمانے کے سیاسی حالات کا تقاضا ہوتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے خلافت کے سلسلہ میں مسلحانہ اور براہ راست مخالفین سے ٹکر لی لیکن امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے زمانے میں حالات تبدیل ہو چکے تھے لہٰذا ان بزرگوں نے وسیع تر علمی وثقافتی کوششیں کیں اور عقائد کا جہاد کیا اور امام کاظمؑ، امام رضاؑ اور امام جوادؑ کے دور میں سیاسی پہلو جہاد کے دوسرے تمام پہلوؤں پر غالب آ چکے تھے یہی وجہ ہے کہ سیاسی میدان کی جدوجہد ان بزرگوں کی زندگی کا دوسرا مرحلہ شمار ہوتا ہے۔

اسی بنیاد پر امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت ہارون الرشید کے زندان میں ہوئی ہے اور ان کے فرزند امام رضاؑ کو ولی عہد بنا دیا جاتا ہے۔ امام جوادؑ کی بھی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے والد کی حیثیت کو محفوظ رکھیں لیکن اس سے پہلے ہی امام رضاؑ کو شہید کر دیا جاتا ہے۔

امام ہادیؑ اور امام عسکریؑ علمی اور سیاسی جدوجہد کے لحاظ سے دونوں کے حالات برابر تھے، امام رضاؑ کی ولی عہدی کے بعد جس میں عوام حکومتی پروپیگنڈے کا شکار ہو چکے تھے آئمہ اطہارؑ کے لئے صورت حال یکسر بدل چکی تھی یہی وجہ ہے کہ لوگ ان کے احترام واکرام کے عنوان سے انھیں ''ابن الرضا'' (رضاؑ کے بیٹے) کہہ کر پکارتے تھے، امام ہادیؑ کو اپنی پوری زندگی عباسی حکومت کے شدید سیاسی دباؤ کا سامنا رہا۔ حضرتؑ کی زندگی عباسی حکومت کی پیدا کردہ پریشانیاں اور تکلیفیں سہتے گذری، حضرتؑ خود دوسرے علویوں اور اولاد زہراؑ کی مشکلات کے شاہد بھی تھے۔

حضرت ہادیؑ کی امامت کا دور معتصم کی حکومت کے آخری دور، واثق کی حکومت کے پانچ سال سات ماہ اور پھر متوکل کا چودہ سالہ دور حکومت اور اس کے بعد متوکل کے بیٹے منتصر کی حکومت کے چھ ماہ، پھر مستعین کی حکومت کے دو سال نو ماہ میں گذرا اور حضرت نے مستعین کے دور حکومت کے آخر میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

(الفصول المہمہ فی معرفت الائمہ کا مقدمہ)

حضرت ہادیؑ کے دور امامت میں عباسی حکمرانوں اور علویوں کے درمیان بڑی شدید سیاسی چپقلشیں رہیں اور حضرتؑ کو بھی اپنے آباء واجداد کی طرح حکومتی دباؤ کا سامنا کرنا پڑا۔

امام ہادیؑ جانتے تھے کہ معاشرے کی سیاسی ومعاشرتی صورت حال کسی مسلح جھڑپ کی متقاضی نہیں ہے

لہٰذا حضرتؑ نے اس سلسلے میں کسی قسم کی کوئی کوشش نہیں کی اس کے باوجود عباسی حکمراں ان سے خوف محسوس کرتے تھے اور انھیں مقتدر سیاسی رہبر کے طور پر دیکھتے تھے۔

اماموں کو لوگوں کی نظروں میں بڑا مقام ورتبہ حاصل تھا۔ ظالم ومتکبر عباسی حکمراں جو فساد کی جڑ تھے اور جنھیں معاشرے میں غربت وافلاس کی پرواہ تک نہ تھی اپنی عیاشیوں میں ڈوبے ہوئے تھے اس کے برخلاف ائمہ کا لوگوں کے ساتھ ارتباط برقرار رہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ امام ہادیؑ علوی تحریکوں کی حمایت کرتے تھے اور لوگوں میں سیاسی ونظریاتی سوجھ بوجھ پیدا کرنے والی تحریکوں کی نشوونما میں مدد کرتے تھے، لوگ پروانوں کی طرح شمع امامت کے گرد جمع ہوجاتے تھے۔ امام ہادیؑ نے بھی ظالم عباسی حکمرانوں کے خلاف ایک عمومی قیام کی تیاری اور فکری رہنمائی میں بھرپور کوششیں کیں۔ ایسا قیام کہ جو صحیح اسلامی بنیادوں اور خطوط کی روشنی میں ہو اور جو عادل حکمرانوں کے طریقہ کار کو بیان کرنے اور صحیح اسلامی سیاست کا غماز ہو۔

یہی وجہ ہے کہ عباسی حکمراں امام ہادیؑ کی لوگوں میں مقبولیت سے خائف تھے اور حضرتؑ کو اپنی نظروں کے سامنے رکھنے کی کوشش کرتے تھے ان کے جاسوس ہمیشہ امام کی حرکات وسکنات پر نظر رکھتے تھے اور امام اور لوگوں کے درمیان شگاف ایجاد کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے تاکہ اس طرح سے امامؑ کے اثرات کو لوگوں کے اذہان وافکار سے دور رکھ سکیں۔ ائمہؑ کا واضح وروشن طریقہ ان لوگوں کی وحشت کا موجب تھا اور یہی چیز سبب تھی کہ وہ اس طریقہ کار کے اثرات کو ختم کرنے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے تھے۔

تاریخ نے امام ہادیؑ کے ہم عصر عباسی حکمرانوں کا حضرتؑ کے ساتھ برتاؤ وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اس دور کی علوی تحریکیں بھی تاریخ کی آنکھوں سے اوجھل نہیں رہ سکیں۔ پوری اسلامی تاریخ میں ہمیشہ اولاد علیؑ وفاطمہؑ ہی تمام اصلاحی تحریکوں اور قیاموں کی محور رہی ہیں۔ وہ تحریک جس کی ابتدا آزادی کے علمبردار سید الشہداء امام حسینؑ کے قیام سے ہوئی اور جاری ہے، وہی تحریک تمام انقلابی مبارز افراد کی رہنما ہے۔

جن لوگوں نے امام ہادیؑ کے حالات زندگی کا مطالعہ کیا ہے ان سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہ سکتی کہ حضرتؑ نے اپنے والد کی وفات اور فریضہ امامت کے قبول کرنے سے لے کر اپنی وفات تک سیاسی ونظریاتی جہاد، استقامت اور جرات سے بھرپور زندگی گذاری، حضرتؑ کی زندگی کا دور ایسے حکمرانوں کا دور تھا جو حضرت ابوطالب کی اولاد بالخصوص حضرت فاطمہؑ وعلیؑ کی اولاد کے سخت ترین دشمن تھے وہ ایسے لوگ تھے جنھوں نے اس مقدس نسل کے ختم کرنے کے لئے کسی بھی قسم کی کوشش سے دریغ نہیں کیا۔

عباسی حکومت بالخصوص متوکل کی حکومت کی طرف سے اولاد علیؑ پر ناقابل برداشت مظالم کو تمام مؤرخین اور سیرت نگاروں نے لکھا ہے۔

امام ہادیؑ کی سیاسی زندگی کا آغاز محمد ابن ہارون رشید معتصم عباسی کی حکومت کے آخری دور میں ہوا۔ معتصم ۲۱۸ھ میں تخت نشین ہوا اور ۲۲۷ھ میں اس نے وفات

پائی، امام ہادیؑ اپنے والد بزرگوار کی ۲۲۵ھ میں وفات کے بعد بارہ سال کی عمر میں منصب امامت پر فائز ہوئے۔ اگرچہ معتصم کی خلافت کے دور میں علویوں پر زیادہ سختی نہیں ہوتی تھی لیکن معتصم ائمہ اطہارؑ سے جو خطرہ محسوس کرتا تھا، اس کی وجہ سے اس نے ۲۲۵ھ میں امام ہادیؑ کو مدینہ سے بغداد بلالیا تاکہ حضرت کو اپنی نظر کے سامنے رکھ سکے۔ اور حضرت کو مجبور کیا کہ بغداد میں سکونت اختیار کرلیں۔ امام محمد تقی ۔ کی شہادت اسی سال بغداد میں ہوئی جو کہ مؤرخین کے نزدیک معتصم کے زہر دینے سے واقع ہوئی۔ (اعلام الوریٰ)

معتصم نے ۲۲۱ھ میں بغداد سے ۱۲۰ کلومیٹر دور سامراء کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔ اس طرح اس نے اپنی سیاسی اور فوجی طاقت کو ایک جگہ پر اکٹھا کرلیا (اسی وجہ سے سامراء کو عسکر یعنی چھاؤنی کہا جاتا ہے) اور امام ہادیؑ و امام حسنؑ عسکری بھی اس شہر میں سکونت کی وجہ ''عسکریین'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔

عباسی حکومت اس دور میں سیاسی و انتظامی کمزوریوں سے دوچار ہوچکی تھی، ترکی غلام تمام عہدوں پر قابض تھے، عباسی دربار اور بادشاہ وزیروں کے ذریعہ چلتے تھے اور خلفاء میں سے کوئی بھی مقتدر نہیں رہ گیا تھا۔

مؤرخین نے اس سیاسی انحطاط کے کچھ اثرات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ابن اثیر سامراء شہر کی تعمیر کا سبب بیان کرتے ہوئے کہتا ہے، جب معتصم نے حکومتی عہدوں پر ترکی غلاموں کی تعداد بڑھالی تو اس نے ان کے رہنے کے لئے جدا ایک شہر آباد کرنے کی ٹھانی کیونکہ ہمیشہ ان کے قتل و غارت کی خبریں آتی رہتی تھیں۔ ترکی غلام بڑے تندخو اور سخت طبیعت لوگ تھے وہ گھوڑوں پر سوار ہوکر بغداد شہر کی سڑکوں پر دندناتے رہتے اور بڑی تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے تھے۔ ترکتازی اسی سے مشہور ہوئی اور جو عورتیں، مرد یا بچے ان کے راستے میں آتے وہ انھیں اذیت پہنچاتے تھے اس حالت پر لوگوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی لہٰذا لوگ انھیں پکڑ لیتے گھوڑے سے کھینچ کر ان کی پٹائی کرتے کہ جس میں کبھی بعض مارے بھی جاتے جس کی وجہ سے لوگوں پر سختی کی جاتی اور انھیں پکڑ کر بڑی تکلیفیں دی جاتیں۔ (کامل فی التاریخ، ج۶ ص۴۳۹)

دوسری جگہ پر ابن اثیر حالات کی افراتفری اور ترکی غلاموں کی خرمستیوں کو یوں بیان کرتا ہے۔

ایک عید کے موقع پر معتصم گھوڑے پر سوار جارہا تھا ایک بوڑھے نے آگے بڑھ کر کہا اے ابواسحاق! نگہبانوں نے اس کو ہٹانے کی کوشش کی لیکن معتصم نے انھیں روک دیا اور اس بوڑھے سے پوچھا کیا ہوا ہے؟ تو بوڑھے نے کہا۔ خداوند تجھے پڑوسی ہونے پر اچھی جزا نہ دے تو ہمارا پڑوسی بنا اور ان بے دین غلاموں کو بھی ساتھ لے آیا تم ہمارے گھروں میں آٹھہرے اور ہمارے بچوں کو یتیم، ہماری عورتوں کو بیوہ اور ہمارے مردوں کو قتل کردیا، معتصم نے یہ ساری باتیں سنیں اور اپنے گھر لوٹ آیا اس دن تک کسی نے اسے سوار نہیں دیکھا تھا۔ اس کے بعد وہ پیدل باہر آیا اور لوگوں کو نماز عید پڑھائی لیکن لوٹ کر بغداد نہ آیا بلکہ سیدھا ''قاطول'' کے علاقے کی طرف چلا گیا۔ (الکامل فی التاریخ، ج۶ ص۴۳۹)

ابن اثیر خلافت کی کمزوری اور حکومتی امور پر فوجیوں اور وزیروں کے تسلّط کے بارے میں لکھتا ہے ''جب اس (معتصم) کی بیعت ہوئی تو فوجیوں نے شورش برپا کردی اور عباس ابن مامون کی حمایت کرنے لگے۔

(الکامل فی التاریخ، ج ۶ ص ۴۳۹)

معتصم کے دور میں خلافت اس کے پاس برائے نام رہ گئی تھی درحقیقت سب کچھ فضل کے ہاتھ میں تھا وہی تمام دفتری اور مالی معاملات پر مسلّط تھا حکومتی اثاثے اسی کے اختیار میں تھے معتصم نے اسے حکم دیا کہ گویوں اور ندیموں کی تنخواہیں ادا کرے لیکن فضل نے انکار کردیا اور یہی چیز معتصم کے لئے بہت گراں ثابت ہوئی۔ (الکامل فی التاریخ، ج ۶ ص ۴۳۹)

معتصم اور درباری مسخرے ابراہیم ہنفی کے درمیان ہونے والی گفتگو اس مطلب پر بہترین شاہد ہے مسخرا معتصم کو اپنے انعام کے فضل کی طرف سے نہ ملنے کا واقعہ سناتا ہے اور پھر مزاح میں کہتا ہے، خدا کی قسم تجھے خلافت صرف نام کی حاصل ہے، تیرا فرمان کانوں سے آگے نہیں بڑھتا اصلی خلیفہ تو فضل ہے۔ (الکامل فی التاریخ، ج ۶ ص ۴۳۹)

جب کہ حکمران سیاسی کمزوری، دفتری بے ضابطگیوں اور فساد میں مبتلا ہو چکے تھے۔ ائمہ معصومینؑ نے لوگوں کو بیدار کرنے اور انھیں اصلی اسلامی فکر اور سیاسی راہ وروش سے آگاہ کرنے پر کمر ہمت باندھی۔ جب علوی انقلابی شدت وجوانمردی کے ساتھ حکومت کے خلاف قیام کررہے تھے تو اس کا سیاسی دباؤ اور دھمکیاں ائمہ معصومینؑ کو برداشت کرنی پڑ رہی تھیں اور انھیں نظر بند رکھا جاتا تھا، جب ہر قید وبند سے آزاد تُرک اپنی من مانیاں کررہے تھے اور خلیفہ کے حواری ہی حکومت کے سب کچھ تھے اور حکومتی خزانہ علاقائی حاکموں، درباری گویّوں اور مسخروں اور شرابی ندیموں پر خرچ ہورہا تھا تو ایک انقلابی یعنی محمد ابن قاسم ابن علی ابن عمر ابن علی ابن علی ابن الحسین ابن علی ابن ابی طالبؑ نے ۲۱۹ھ میں معتصم کے خلاف قیام کا اعلان کردیا۔ اس نے اپنے قیام کو طالقان سے شروع کیا اور لوگوں کو امام رضاؑ کی پیروی کی طرف بلایا۔ محمد بن قاسم ایک عالم، فقیہ، خوش مشرب اور پارسا آدمی تھے لوگ انھیں صوفی کہتے تھے کیونکہ وہ اکثر کھدّر کا سفید لباس پہنتے تھے، اس انقلابی مسلمان کو معتصم کی طرف سے سخت جنگوں کے بعد شکست کا سامنا کرنا پڑا اور مجبوراً نیشاپور کی طرف پیچھے ہٹنا پڑا، وہ وہاں چھپنے پر مجبور ہوگئے لیکن کچھ مدت کے بعد انھیں گرفتار کرلیا گیا۔ اور عید نوروز کے دن انھیں دست بستہ معتصم کے سامنے پیش کیا گیا۔

معتصم شراب نوشی میں مشغول تھا اور بازی گر اس کے سامنے کرتب دکھا رہے تھے، معتصم نے حکم دیا کہ اسے ''بیر'' کی جیل میں ڈال دیا جائے جب قیدی کی حالت انتہائی خراب ہوگئی تو اسے اس ہولناک جیل سے نکال کر باغ موسیٰ کے برج پر قید کردینے کا حکم دیا گیا۔ اسی اثناء میں محمد ابن قاسم قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے اور کچھ مدت تک چھپے رہے۔ متوکل کے دور میں انھیں دوبارہ گرفتار کرلیا گیا، اور متوکل کے سامنے حاضر کیا گیا۔ لیکن وہ متوکل کے سامنے وفات پاگئے بعض نے کہا ہے کہ ان کی وفات زہر کی وجہ سے ہوئی اور بعض دوسرے قائل ہیں کہ انھیں

متوکل کی جیل میں رکھا گیا تھا اور وہاں زہر سے ان کی شہادت ہوئی۔ (تاریخ طبری ذیل حوادث ۲۱۹)

ایک اور علوی بنام عبداللہ ابن حسین ابن عبداللہ ابن اسماعیل ابن عبداللہ ابن جعفر ابن ابی طالبؑ کو معتصم کے حکم سے گرفتار کرلیا گیا ان کا گناہ یہ تھا کہ انھوں نے سیاہ لباس کیوں نہیں پہنا اسی جرم میں انھیں قید کر دیا گیا اور وہ آخر عمر تک قید رہے۔

امام ہادیؑ اس مشکل دور میں اپنے والد گرامی کے زیر سایہ زندگی گزار رہے تھے اور دو سال بعد جب ان کے والد کی شہادت ہوئی تو انھیں اپنے دور امامت میں بھی انہی حالات کا سامنا تھا۔

معتصم نے امام جوادؑ کو بغداد میں اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا تھا اور حضرتؑ وفات تک وہیں رہے۔ امام ہادیؑ اس وقت مدینہ میں تشریف فرما تھے اور علویوں کی دلخراش حالت اور معتصم کے اہلبیتؑ کے ساتھ سخت رویّے کو دیکھ رہے تھے معتصم کا یہ نامناسب رویّہ نہ صرف اہلبیتؑ کے ساتھ تھا بلکہ دوسرے مذاہب کے علماء کے ساتھ بھی یہی رویہ تھا۔ یعقوبی نے لکھا ہے کہ ایک دن معتصم نے امام احمد بن حنبل کو طلب کیا تا کہ قرآن کے مخلوق ہونے کے بارے میں ان کا نظریہ جان سکے۔ ان کا نظریہ سن کر انھیں کوڑوں سے پیٹا گیا، احمد بن حنبل سے پہلے عبدالرحمن اسحاق کو آزمایا جا چکا تھا۔ انھوں نے تو مان لیا کہ قرآن مخلوق ہے معتصم نے کچھ لوگوں کو اس پر گواہ بنا کر انھیں گھر جانے دیا۔ (تاریخ یعقوبی، ص ۴۷۲)

ابن اثیر لکھتا ہے کہ معتصم نے احمد ابن حنبل کو اتنے کوڑے مروائے کہ احمد دیوانگی میں مبتلا ہو گئے ان کے بدن کی جلد پھٹ گئی اس کے بعد انھیں زنجیروں میں جکڑ کر زندان میں ڈال دیا گیا۔ (تاریخ ابن اثیر، ج ۶ حوادث ۲۱۹)

معتصم اپنے سے پہلے والے خلفاء کی طرح بے راہرو اور لہولعب میں مصروف رہنے والا شخص تھا۔ جسے لوگوں کی جان و مال کی کوئی پرواہ نہیں تھی مؤرخین نے اس کے بارے میں یوں لکھا ہے کہ وہ غصے میں خونریزی اور قتل سے پرہیز نہیں کرتا تھا اس بے راہروی کے ساتھ ساتھ وہ گانے والیوں کا بہت زیادہ شوقین تھا۔ (الفصول المہمہ فی معرفت الائمہ کا مقدمہ)

طبری لکھتا ہے:

ابوالحسن اسحاق ابن ابراہیم کہتا ہے، ایک دن امیرالمومنین معتصم نے مجھے طلب کیا جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے دیکھا اس نے سرخ واسکٹ پہن رکھی ہے، سنہری پٹی باندھے ہوئے ہے اور اس کا جوتا سرخ رنگ کا ہے، معتصم نے مجھ سے کہا کیا چوگان کھیلنا چاہتے ہو آج ہمارے لئے مان جاؤ میں چاہتا ہوں میرے جیسے کپڑے پہنو میں نے معذرت کی لیکن اس نے قبول نہ کی، مجبوراً میں نے اس جیسا لباس پہنا اس کے بعد ایک سجا ہوا گھوڑا اس کے لئے لایا گیا اور یوں ہم چوگان کے میدان میں پہنچے۔ کھیل کے کچھ دیر بعد معتصم نے مجھ سے کہا کچھ چپ چپ نظر آ رہے ہو کیا لباس سے الجھن میں ہو، میں نے کہا ہاں امیرالمومنین ایسا ہی ہے۔ (تاریخ طبری حوادث ۲۲۷)

معتصم کے درباری گویے اسحاق بن ابراہیم موصلی کا بیان ہے (ایک دن میں امیرالمومنین معتصم کی خدمت میں

پہنچا ''قینہ'' (ایک گانے والی عورت) معتصم کے پاس موجود تھی معتصم کو اس عورت سے بہت زیادہ محبت تھی۔ وہ اس سے گانا سن رہا تھا میں بھی سلام کر کے بیٹھ گیا۔ معتصم نے قینہ سے کہا گاتی رہو پھر میری طرف منہ کیا اور پوچھا اسحاق بتاؤ کیسا گا رہی ہے تو میں نے کہا اے امیر المومنین وہ بڑی عقلمندی سے دلوں کو موہ لیتی ہے اور آرام سے لوگوں کو دیوانہ بنا دیتی ہے وہ دوسری عورتوں سے کہیں اچھا اور دلنشین گاتی ہے اس کے گلے کے تاروں میں گویا سونے کے ٹکڑے رکھے ہوں، وہ بہترین موتیوں کے مانند جو گردنوں میں پہنے جاتے ہیں۔ معتصم نے میری بات کاٹ دی اور کہا تیری تعریفیں اس کی آواز اور خود اس سے اچھی ہیں اس کے بعد اپنے بیٹے سے کہا، ہارون یہ باتیں غور سے سنو)۔

(تاریخ طبری حوادث ۲۲۷)

معتصم کے بعد اس کا بیٹا واثق باللہ کہ جس کا اصلی نام ہارون تھا ۲۲۷ھ کے ربیع الاول میں تخت خلافت پر بیٹھا، معتصم کی طرح واثق بھی ملک کے سیاسی حالات سنبھالنے اور ملک چلانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔

لیکن مؤرخین نے لکھا ہے کہ واثق باللہ حضرت علی بن ابی طالبؑ کے خاندان کی نسبت نرم رویہ رکھتا تھا۔ اور اس کے دور میں علویوں میں کوئی بھی قتل نہیں کیا گیا۔ مزید یہ کہ جب واثق مکہ اور مدینہ والوں کو بخششیں دیتا تو علویوں اور غیر علویوں میں فرق نہیں رکھتا تھا اس کے پانچ سال نو مہینے کے دور حکومت میں علویوں نے راحت کی سانس لی اس کے دور میں ان کے مصائب میں کمی آئی۔

اسی دور میں امام ہادیؑ مدینہ میں علم، عبادت اور لوگوں کی رہنمائی میں مصروف تھے اور یہ حضرتؑ کی جوانی کا دور تھا ان کی شخصیت کا ستارہ اپنے عروج پر چمک رہا تھا۔ اور لوگوں کے دل ان کی طرف کھنچے جا رہے تھے خصوصاً ان علاقوں میں جن میں محبان اہلبیتؑ کی کثرت تھی یہ صورت حال زیادہ بہتر تھی۔ یہی وہ زمانہ تھا کہ جب عباسی حکومت افسروں اور خلیفہ کے تُرک حواریوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی تھی اور ملکی خزانہ نظام مالیات کے افراد کے ذریعے لوٹا جا رہا تھا اور خلیفہ کے محل عورت مرد گویوں کا مرکز بنے ہوئے تھے۔

عباسی دور کا مشہور اور حکومتی مؤرخ یعقوبی اس بارے میں کہتا ہے۔ مغربی علاقوں کا پہلا گورنر واثق نے ''اشناس تُرک'' کو بنایا تھا اس نے خراسان کا گورنر ابتاخ تُرک کو اور دجلہ کی ذمہ داری ''سندوکور'' کو سونپی۔

(تاریخ یعقوبی، ج ۲ ص ۴۷۹)

طبری دفتری بے ضابطگیوں اور خزانے کی لوٹ مار کے بارے میں لکھتا ہے اس افراتفری کا ایک نمونہ ہے مصنفوں کو مجبور کرنا وہ حکومت کو لکھنے کا ٹیکس دیں۔ (واثق نے احمد بن اسرائیل کو اپنی خاص فوج کے افسر یحییٰ ابن معاذ کے حوالے کیا اور اسے حکم دیا کہ ہر روز اسے دس کوڑے مارا کرو، کہا جاتا ہے کہ اسحاق ابن یحییٰ نے احمد کو قید میں ہزار کوڑے مارے اور وہ مجبوراً اسّی ہزار دینار دینے پر راضی ہو گیا۔

اسی طرح ''ابتاخ'' کے کاتب نے سلیمان ابن وہب

(بقیہ صفحہ ۴۴ پر)

مبہوت یحییٰ: خدا کی قسم! میں تو اس کے جواب تک پہنچ سکتا نہ اس کی تہہ کو سمجھ سکتا''

''ہاں! وہ عورت کسی اور کی لونڈی تھی، صبح کو دیکھا، تو حرام تھی۔ دن چڑھے اس نے اسی کو خرید لیا، حلال ہوگئی۔ ظہر کے وقت اسے آزاد کر دیا تو حرام ہوگئی۔

عصر کے وقت اس سے نکاح کر لیا پھر حلال ہوگئی، مغرب کے وقت ظہار کر لیا پھر حرام ہوگئی عشا کے وقت کفارہ دے دیا پھر حلال ہوگئی۔ آدھی رات کو طلاق رجعی دے دیا پھر حرام ہوگئی، صبح کو رجوع کر لیا پھر حلال ہوگئی۔''

اب سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی، حیرت ہر طرف چھائی ہوئی، حیرانی کی روانی، مبہوت جانیں۔ بے سدھ دماغ۔

یہ کمسنی اور یہ علم، یہ سمجھ!! خدا کی شان!!!

یہ ننھی جان، یہ سدھ، یہ گیان!! یہ اٹھان، یہ اڑان!!

من سے مان: ہے بھگوان!

دیکھا! سچ کی دھاک، سانچ کو آنچ کہاں؟ وہ کھلا راستہ ہو یا بند دربار، سچ ہے کہ ڈٹا رہتا ہے سچ، جما رہتا ہے، دھاک جمائے رہتا ہے۔ نڈر بے باک رہتا ہے۔



(بقیہ امام علی نقی علیہ السلام کی سیاسی جدوجہد)

سے چار ہزار دینار، حسن ابن وہب سے چودہ ہزار دینار، احمد بن خصیب اور اس کے کاتب سے دس لاکھ دینار، ابراہیم ابن رباح اور اس کے کاتبوں سے ایک لاکھ دینار، نجاح سے ساٹھ ہزار دینار اور عباسی وزیر ابی سے مصالحہ کر کے ایک لاکھ چالیس ہزار دینار وصول کئے گئے یہ سب اس رقم کے علاوہ ہے جو کارندوں سے تنخواہیں دینے کی مزدوں کے طور پر لی گئی تھی۔

طبری نے واثق کے محل کے بارے میں (جب اس میں معتصم کی موت کے بعد پہلا اجتماع ہوا) یوں لکھا ہے: وہ کنیزوں، خوبصورت عورتوں اور گویوں سے بھرا ہوا تھا۔ پہلے ''ابراہیم ابن مہدی'' کی کنیز ''شاریہ'' نے گانا گایا اس کے بعد دوسرے گویئے اپنا اپنا ہنر جگانے لگے۔ اس کے بعد درباری شاعر ''علی ابن مہم'' نے شعر پڑھے پھر ''صالح ابن عبدالوہاب'' کی کنیز ''قلم'' نے محمد ابن کناسہ کے کچھ شعر گائے۔ واثق نے اس کی آواز پسند کی اور حکم دیا کہ صالح کو کنیز کے ساتھ حاضر کیا جائے آیا تو وہ کنیز اس سے مانگ لی۔

(مزید اطلاع کے لئے تاریخ طبری دیکھیں)

یہ اس دور میں عباسی حکومت کی ظاہری حالت تھی اور آشوب، جنگیں، لوگوں کا قتل عام اور علاقائی حکمرانوں کی من مانیاں اس کے علاوہ تھیں۔

